مولانا حسین احمد مدنیؒ اور علامہ اقبالؒ
عادی مجرموں کی زبان درازیاں

شورش کاشمیریؒ

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب تحریک پاکستان کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ان دنوں دہلی میں مسلم لیگ کا ایک جلسہ تھا۔کسی نہ کسی طرح لیگ کے مقامی رہنما' مولانا محمد الیاس بانی تبلیغی جماعت کو جلسہ میں لے آئے۔خوب دھواں دار تقریریں ہوئیں۔تقریباً تمام یا وہ گو مقرروں نے مولانا حسین احمد کے خلاف انتہائی گندی زبان استعمال کی اور اس طرح اپنا نقطۂ نگاہ پیش کیا۔یہی ان کا سرمایہ تھا اور شاید اس کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے۔

خلاصہ بیان اس پر ختم ہوتا کہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نہیں' مولانا محمد الیاس ہیں اور ان کی تعریف میں دو چار زوردار کلمات کہہ کر اپنی تقریر ختم کر دیتے۔آخر میں مولانا محمد الیاس نے خطاب کیا اور صرف چند کلمات کہہ کر تقریر ختم فرمادی۔مولانا نے فرمایا کہ ''مولانا حسین احمد کی سیاسی رائے میری سمجھ سے بالا ہے۔اگر میں اس سے اتفاق کرتا تو ان کی کفش برداری کرتا لیکن میں ان کی ذات کے خلاف کوئی کلمہ اپنی زبان پر لا کر جہنم کی آگ خریدنا نہیں چاہتا۔کیوں کہ میں اللہ کے نزدیک ان کے مرتبہ سے آگاہ ہوں۔اس قسم کا حوصلہ وہی نوجوان کر سکتے ہیں جو حسین احمد کے درجہ ومقام سے واقف نہیں ہیں۔اور نہ ہی قرآنی اخلاق کے اسلامی حدود سے بہرہ ور ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریا آبادی' مولانا حسین احمد مدنی سے بیعت ہونا چاہتے تھے لیکن مولانا مدنی نے ان کی طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے اُنھیں مولانا اشرف علی تھانوی سے بیعت ہونے کا مشورہ دیا اور وہ ان کے حلقہ میں شامل ہوگئے۔

مولانا شبیر احمد عثمانی مسلم لیگ کے حلقہ سیاست میں شیخ الاسلام تھے۔ان کا مرتبہ ومقام بھی ڈھکا چھپا نہیں۔جب کبھی ان سے مولانا مدنی کے متعلق سوال کیا گیا۔انھوں نے عموماً یہی کہا کہ مدنی صداقتِ اسلام کی دلیل ہیں۔حضرت مفتی محمد شفیع بفضلِ تعالیٰ بقیدِ حیات ہیں اور زمانہ دیوبند سے مسلم لیگ کے طرفدار ہیں۔انھوں نے تحریک پاکستان کی خدمت کی ہے۔ان سے پوچھئے کہ مدنی غیرتِ اسلام کی دلیل تھے اور فقرِ اسلام کا نمونہ تھے یا ملتِ اسلامیہ کے غدار تھے؟ اور ہندو کے اجیر؟ مولانا احتشام الحق تھانوی میں واعظانہ خوبیوں کے باوجود کسی حکومت سے ٹکراؤ کا حوصلہ نہیں۔ان سے دریافت کر لیجیے کہ مولانا حسین احمد مدنی آیاتِ الٰہی میں سے تھے یا ہندو کے ایجنٹ تھے۔

جن دوستوں نے ''چٹان'' کو لگاتار اپنے مطالعہ میں رکھا ہے' انھیں یاد ہوگا کہ ہم نے دس پندرہ سال پہلے

جالندھر کے ایک راسخ العقیدہ لیگی نوجوان ڈاکٹر مولوی محمد اکرام الحق مرحوم کی زندگی میں ان کی اس روایت کو لکھا تھا کہ مولانا مدنی جالندھر اسٹیشن سے ٹرین میں جارہے تھے تو لیگ کے دو نوجوان ان کے ڈبے میں گھس گئے۔ ایک نے مولانا مدنی کی داڑھی پکڑی، دوسرے نے اس پر تھوکا۔ مولانا مدنی نے آہ تک نہ کی۔ جب یہ روایت ان نوجوانوں نے جالندھر مسلم لیگ کے صدر مولانا عظامی کو سنائی تو مولانا عظامی نے ان نوجوانوں سے کہا بڑھا نک رہے ہو یا واقعی تم نے ایسا کیا اور اس پر فخر کررہے ہو۔ جب دونوں نوجوانوں نے تصدیق کی تو فی الواقعہ وہ یہ کرآئے ہیں تو مولانا عظامی نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو۔ مدنی اہل اللہ میں سے ہیں۔ اس نے مدتوں روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پلکوں سے جاروب کشی کی اور آستانہ اقدس کے سامنے بیٹھ کر حدیث پڑھائی ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے مدنی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے' وہ پانی میں ڈوب جائیں گے یا انھیں آگ چاٹ جائے گی۔ ڈاکٹر اکرام الحق راوی تھے کہ ان دونو جوانوں میں سے ایک تقسیم کے وقت دریائے بیاس کی نذر ہوگیا۔ دوسرا (شمس الحق عرف شمّی' فیصل آباد) پاکستان میں آکر پولیس کی معرفت ایک لیگی لیڈر ہی کے ہاتھوں آگ کی بھٹی میں پھینک دیا گیا اور بھسم ہوگیا۔

یہ اتنی واضح اور بین شہادتیں ہیں کہ اس کے بعد اگر کوئی بدکردار اور بدقماش قلم کار مولانا مدنی کی شان میں گستاخی کرتا اور قائداعظم کی آڑ لے کر انھیں یا ان کے ساتھیوں کو اجیر علماء لکھتا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ ایک بدبخت انسان ہے اور اسے اپنے نفس کی غلاظتوں پر ساری دنیا کا قیاس ہوتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے دنیا کبھی خالی نہیں رہی۔ چراغِ مصطفوی پر شرارِ بولہبی نے ہمیشہ رکیک حملے کیے ہیں۔ جو لوگ اپنے دل میں خدا کا خوف رکھتے ہوں' وہ اس قسم کی باتیں نہیں کرتے۔ اس ژاژ خائی کا حوصلہ صرف انھیں لوگوں کو ہوتا ہے جنھیں اپنے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ کس ٹہنی کا پتا ہیں؟ آج دنیا میں نہ قائداعظم رہے نہ علامہ اقبال، نہ مولانا حسین احمد مدنی نہ مولانا ابوالکلام آزاد اور نہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ وہ پرانی بساط تمام لپٹ چکی ہے۔ اب ان سب کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے لیکن ان اکابر کی موت کو سالہا سال گزر جانے کے بعد بھی جو لوگ ایک کی آڑ میں دوسرے کو برا کہتے ہیں۔ وہ بہرحال انسان نہیں ہیں۔ گو اس قسم کے افراد گنے چنے ہی ہیں۔ مثلاً صحافیوں میں قادیانی امت کے دسترخوان کا ایک ذلہ ربا تن تنہا اس طرز کا ہذیان کہنے میں پیش پیش ہے اور اکثر و بیشتر آڑ یہ لی جاتی ہے کہ علامہ اقبال نے مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق درج ذیل قطعہ لکھا تھا:

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سرِ منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقامِ محمد عربی است
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اشعارِ بالا ''ارمغانِ حجاز'' کے آخر میں درج ہیں۔ علامہ اقبال نے ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء کو انتقال فرمایا۔ ''ارمغانِ حجاز'' نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔ علامہ اقبال زندہ ہوتے اور ''ارمغانِ حجاز'' ان کی ترتیب وتدوین سے شائع ہوتی تو یہ اشعار اس میں کبھی نہ ہوتے۔ علامہ اقبال شخصیات کی مدح وقدح سے بالا بلند تھے اور عمر کے آخری دور میں یہ چیزیں ان کے تصور ہی سے عنقا ہو چکی تھیں۔ انھوں نے اس طرز کے تمام اشعار اپنے کلام سے ہمیشہ خارج کر دیئے۔ اگر مرتبین اتنے ہی دیانت دار ہیں تو انھیں کم از کم مولانا محمد علی جوہر کا مرثیہ ارمغان میں ضرور شامل کرنا چاہیے تھا۔ جو ایک روزنامچے کے ہی کے صفحہ اوّل پر شائع ہوا اور ملک کے تمام اخباروں نے نقل کیا اور شاید کوئی دوسرا مرثیہ اس پائے کا نہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں جو وقتی سیاست کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں اور علامہ اقبالؒ کے قلم سے نکلی ہیں۔ مثلاً حضرت علامہ نے علی برادران کی رہائی پر جو اشعار لکھے وہ مسلم لیگ کے اجلاس عام منعقدہ امرتسر میں پڑھ کر سنائے۔ لیکن ''بانگِ درا'' میں جب کہ ان کا ابتدائی دور تھا' شائع کیے تو علی برادران کا ذکر نہ کیا۔ اسی طرح مہاتما گاندھی کی تعریف میں چھے اشعار لکھے جس میں انھیں مردِ پختہ کار وحق اندیش وباصفا سے مخاطب کیا۔ وہ اشعار ۱۳/نومبر ۱۹۲۱ء کے ''زمیندار'' میں چھپ چکے ہیں۔ علامہ اقبال اپنی عمر کے آخری ایام میں قائداعظم کے ساتھ تھے لیکن ۹/نومبر ۱۹۲۱ء کے ''زمیندار'' میں محمد علی جناح سے بھی پانچ شعروں میں چٹکی لی۔ اسی طرح پہلی جنگِ عظیم میں علامہ نے دہلی کی وار کانفرنس میں مسدس لکھ کر سنائی جس میں شہنشاہِ انگلستان سے متعلق دو بند قصیدے کا انتہائی غلو رکھتے ہیں۔ جب یہ تمام نظمیں شاعرانہ محاسن کے باوجود علامہ نے اپنے کسی مجموعے میں شامل نہیں کیں تو مولانا حسین احمد سے متعلق تین اشعار کا ''ارمغانِ حجاز'' میں شامل کیے جانا فی الواقعہ سیاسی بدعنوانی اور ذہنی حادثہ ہے۔ اس صورت میں یہ اشعار اور بھی افسوسناک معلوم ہوتے ہیں کہ علامہ اقبال نے جس خبر سے متاثر ہو کر یہ اشعار لکھے تھے۔ اس کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہی روزنامہ ''احسان'' میں اس مطلب کا ایک بیان چھپوا دیا کہ مجھ کو اس صراحت کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں مولانا کی حمیتِ دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں۔ ملاحظہ ہو ''انوارِ اقبال'' مرتبہ بشیر احمد ڈار، پیش لفظ جناب ممتاز حسن سابق فنانس سیکرٹری حکومتِ پاکستان۔ شائع کردہ اقبال اکیڈمی (کراچی)

علامہ اقبالؒ نے جناب طالوت کو ایک خط میں لکھا کہ وہ مولانا مدنی کی تصحیح کے بعد اپنے اشعار کی تلخی کے لیے معذرت خواہ ہیں۔

اس حقیقت کشائی کے بعد اگر کوئی قلم دراز یا زبان دراز مولانا مدنی اور ان کے رفقاء پر نشتر زنی کرتا ہے تو وہ نہ صرف یہ کہ پاکستان کی فضا سے غلط فائدہ اٹھاتا ہے بلکہ قائداعظم اور علامہ اقبال کی روحوں کو بھی صدمہ پہنچانے کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس قسم کے غلط کار لوگ پاکستان میں غالباً یہ تصور کیے بیٹھے ہیں کہ وہ کوئی تاریخی کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی کالک اپنے چہرے پر مل رہے ہیں۔

(ہفت روزہ ''چٹان''۔ ۲۴/مارچ ۱۹۷۵ء)